

مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور دوہرا معیار

ادھر تقاضے ہیں مصلحت کے، ادھر تقاضے درودل ہے
زباں سنبھالیں کہ دل سنبھالیں، اسیر ذکر وطن سے پہلے

مغرب مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہے، سامراجی طاقتیں اپنے سامراج کی توسیع کیلئے مسلمانوں کو اکٹہ کاربناری ہیں، انہیں کے نام پر وہ اپنے سامراج کی توسیع میں سرگرداں ہیں، مسلمانوں کے خلاف امریکہ اور برطانیہ سمیت بیشتر مغربی ممالک دہشت، نفرت اور اسلاموفوبیا (اسلام سے خوف) کا ماحول پیدا کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنچانے کیلئے بڑی بڑی اسکیمیں اور سازشیں تیار کرنی پڑتی ہیں، اس لئے جب بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آئے جس میں مسلمان ملوث بتائے جاتے ہوں تو اسے محلی یا قومی اعتبار سے سمجھنے کی بجائے عالمی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ عالمی تناظر میں دیکھنے سے مسلمانوں کے اوپر لگائے گئے بہت سارے ”حادثات“ کی کہانیاں اور الزامات بے بنیاد ثابت ہو جاتے ہیں، بلکہ خود الٹا اسلام مخالف سامراجی طاقتیں اور Mindset Nazi کے ذریعہ چلائی جانے والی تحریکیں الزام اور شک کے کٹھنرے میں کھڑی نظر آتی ہیں۔ گزشتہ نصف دہے سے عالمی سیاست میں یا ایک دہے سے زائد مقامی سیاست میں مسلمانوں کے خلاف نسل، نیز قومی عصبیت کے جو دبیز اور گہرے ہادل چھائے نظر آتے ہیں انہیں اسی پس منظر میں دیکھنا چاہئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب طاقتور اقوام عالم و جابر کے لقب سے بچنے کیلئے اسلحہ کے ڈائز کٹ استعمال سے گریز کرتی ہے تو وہ گندی سیاست، مکر و خدع، الزام تراشی اور دشنام طرازی کے گھناؤنے دفتار کھول کر ان میں سے نت نئی گندی فائلیں نکالتی ہے۔

یقیناً اب یہ زمانہ قدیم طرز پر لشکر کشائی کا نہیں رہا، موجودہ زمانہ میں سیاست، آزادی و حریت، تہذیب و ثقافت، نیز بحالی حقوق اور جمہوریت کے نام پر فتوحات کی جاری ہیں، اب تو جہیزبوں کی کنگش اور کراؤ کا زمانہ شروع ہو گیا ہے۔ اس وقت مشرق و مغرب کے درمیان تہذیبی تصادم Clash of Civilization واقع ہو چکا ہے، اس تصادم میں چونکہ مغرب طاقتور ہے، اس لئے فی الوقت گیند اسی کے پالے میں ہے، وہ جدر چاہتا ہے اسے اچھا دیتا ہے۔ اور جب جیسے چاہتا ہے دوسری تہذیب پر حملہ کرتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں، نیز مسلم ممالک کے خلاف وہ

بالکل کھل کر سامنے آ گیا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف نفرت و دہشت کا ماحول پیدا کرنا مغرب کی پالیسی کا اہم جزء ہے۔ اسی طرح وطن عزیز میں فسطائی طاقتیں اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کی خاطر ایسے ”حادثات“ Stage (باقاعدہ طور پر بنا کر) پیش کرتی ہیں جس سے انہیں اپنے مقاصد کے حصول میں آسانی ہو، ہندوستان میں اور دنیا کے بیشتر حصوں میں Bombing (بم پھوڑنے) کے جو واقعات پیش آتے ہیں اخبارات کے پیش کردہ غیر جانبدارانہ تجزیوں نیز شواہد سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے مقصد سے بڑی سخت Monitoring (نگرانی، مراقبہ) میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ چاہے مکہ مسجد کا واقعہ ہو یا بتارس کی مندر کا، مالینگاؤں کا واقعہ ہو یا ممبئی کے ٹرینوں کا دھماکہ، یا حال ہی میں ہونے والا لندن اور گلگاتو ایرپورٹ پر ناکام حملہ، کسی بھی واقعہ میں قطعاً یہ ثابت نہیں ہے کہ اس کے مرتکبین مسلمان تھے۔ مسلمانوں کو بدنام کرنے کیلئے یہ محض الزام تراشی ہے، چوری کرنے والوں کا ایک بہت پرانا حربہ یہ رہا ہے کہ وہ جب چوری کرتے جاتے تھے تو جوتا کسی کا پہن لیا، ڈنڈا کسی کا لے لیا وغیرہ۔ جب وہ بھاگے یا کامیاب ہو کر واپس ہوئے تو راستہ میں ڈنڈا چھوڑ دیا اور تھوڑی دور پر جوتا چھوڑ دیا وغیرہ، چوری کی تلاش میں جو چیزیں ملیں وہ فلاں فلاں صاحب کی تھیں۔ لہذا یہی لوگ چوری کے اس واقعہ میں ملوث تھے۔ جبکہ اصل چور کوئی اور ہوتا ہے۔

آج کل کچھ اسی طرح کا مظہر نامہ ہے۔ آپ خود تصور کیجئے قطعی ناقابل یقین بات ہے کہ مسجد میں مسلمان آج کل کچھ اسی طرح کا مظہر نامہ ہے۔ آپ خود تصور کیجئے قطعی ناقابل یقین بات ہے کہ مسجد میں مسلمان کوئی بم رکھے، جبکہ تحقیقاتی ادارے مسجدوں کے واقعہ میں بھی مسلمانوں کو ملوث بتاتے ہیں۔ مندر کے واقعہ میں پہلے ہی سے مان لیا جاتا ہے کہ اس کے مرتکبین مسلمان ہیں، ٹرینوں اور Public Place میں اس طرح کے واقعات کو بغیر کسی مضبوط ثبوت کے واقعہ کے فوراً بعد ہی شک کی انگلی کسی مسلمان تنظیم یا چند مسلم نوجوانوں کی طرف اٹھادی جاتی ہے اور تحقیق کرنے والے ادارے بھی جانبداری، عصبیت اور Double Standard (دوہرہ معیار) سے کام لیتے ہیں۔

۱۱/۹ کا واقعہ اس اسلام فوبیا مہم کا نقطہ آغاز سمجھا جاسکتا ہے، خود اس میں اب تک کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسے مسلمانوں نے انجام دیا، مغرب اپنے اس مقصد کی خاطر مسلمانوں سے اس واقعہ کو جوڑ کر انہیں بدنام کر رہا ہے۔

مالینگاؤں کے مسجد میں ہونے والے واقعہ سے کچھ دنوں قبل اپریل ۲۰۰۶ء میں بجرنگ دل کے دو کارکن زلش کندورا اور ہمنٹو پھانے اپنے دیگر انتہا پسند رفقاء ماروتی واگھ، رائل پاٹھی، اور رام گتھیور کے ہمراہ بم بناتے ہوئے اچانک پھٹ جانے سے مر گئے، تحقیق کرنے والوں نے نائریڈ کے ایک گھر سے ایک دوسرا بم برآمد کیا جہاں پر بم بنانے کا کام ہو رہا تھا، جو اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ انتہا پسند اس سے پہلے بھی خرمی کارروائی کر چکے ہیں، مہاراشٹر پولیس کو اس کا بھی علم ہوا کہ کندورا اور پھانے اپریل ۲۰۰۶ء میں پریمنی کی ایک مسجد میں بم پھوڑنے میں اہم کردار ادا کئے تھے، اس بم کے پھٹنے سے ۲۵ لوگ زخمی ہوئے تھے اس نائریڈ دہشت گردی کی یونٹ کے افراد نے ۲۰۰۳ء میں جالندہ اور پرنا کی

مجدوں میں بم پھوڑے تھے جس میں ۱۸ لوگ زخمی ہوئے تھے، بزرگ دل کی بم بنانے کی بڑھتی ہوئی صلاحیت کو دیکھ کر پولیس کو بڑی حیرانی اور تشویش تھی تاہم مہاراشٹر حکومت نے سیاسی اغراض و مقاصد کے تحت بزرگ دل کی دھڑ پھڑ سے پہلو تہی کیا اور کانگریس نیشنلسٹ سرکار نے اس پر پابند لگانے سے گریز کیا۔“ (بحوالہ The Hindu 09. 09. 2006)

ان حقائق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسجدوں میں بم پھوڑنے کے واقعات بزرگ دل وغیرہ کی طرف سے کئے جاتے ہیں، تاہم تحقیق کرنے والی ٹیمیں کہیں بھی کوئی واقعہ ہوت اسے صرف مسلمانوں سے منسوب کرتی ہیں۔ حقائق سے قطع نظر پولیس نے اور CBI نے بزرگ دل کے بم بنانے کی فیکٹری کے واقعہ کو ایسا دفنا دیا جیسے کہ اس کا انکشاف نہ ہوا ہو، جب کہ مایگاؤں کے واقعہ کو جس میں بزرگ دل کے ممبران کے ملوث ہونے کا عین امکان تھا الٹا مسلمانوں کے سر منڈھ کر خوب دھڑ پھڑ اور ہنگامہ کیا گیا، کیا یہ دو ہر ا معیار نہیں ہے؟

اسی طرح ۲۰۰۷ء میں پارلیمنٹ پر حملہ کو لے لیجے، تحقیق کرنے والی ایجنیز نے ایک معصوم استاذ SAR گیلیانی کو اس واقعہ میں زبردستی پھنسا دیا اور Pota کی خصوصی عدالت نے دیگر طرعات سمیت اس پر دفسر کو موت کی سزا سنایا، اس استاذ کی محض اتنی غلطی تھی کہ پارلیمنٹ پر حملہ سے کچھ دنوں قبل حملہ کے ایک طرم سے ان کی ٹیلی فون پر گفتگو ہوئی تھی کیا کسی طرم سے صرف بات کرنے کی وجہ سے دوسرا شخص بھی طرم قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور وہ بھی اتنا بڑا طرم کہ موت کی سزا سنائی جائے؟ اس واقعہ سے تحقیقاتی ادارے خود جانبداری اور تعصب برتنے کے الزام میں کٹھرے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بہر حال پورا واقعہ سپریم کوٹ کے حوالہ کیا گیا اور عدالت عظمیٰ نے پروفیسر کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے تمام الزامات سے بری کر دیا لیکن تحقیق کرنے والے اداروں نے آج بھی اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کیا، اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اکا دکا واقعات کو چھوڑ کر پورے ہندوستان میں کہیں بھی گیلیانی اور اس طرح کے دوسرے واقعات میں طرم کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہونے والا کوئی نہیں۔ (Hindustan Times 21.07.07) جمہوریت، آزادی و حقوق کی پاسبانی نیز غیر جانبداری کے بلند دبالانفرے کہاں چلے گئے؟

ابھی حال ہی میں ایک کشمیری ماڈل طارق ڈار جس نے بنگلہ دیش میں اچھی کامیابی حاصل کی، اسے دہشت گردی کے الزام میں سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا، ۲۰۰۵ء میں دہلی میں ہونے والے Blasts کا اسے طرم قرار دیا گیا۔ اس نے تین مہینے جیل کے اندر گزارے، چونکہ اسے بلاوجہ گرفتار کیا گیا تھا اسلئے مجبور ہو کر پولیس نے اعتراف کیا کہ اس کے پاس طرم کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے، ایک لیڈی جج نے اس کو بری کرنے کا فیصلہ نہایت جذباتی انداز میں سنایا، اس نے کہا کہ ”طرم کے خلاف ایک ذرہ بھی ثبوت نہ ہونے کے باوجود اسے ۹۰ دن قید میں رکھا گیا جو ایک عام آدمی کیلئے پوری زندگی کے مترادف ہے“ (ہندوستان ٹائمز ۲۱/۷/۲۰۰۷ء) یہ اس لیڈی جج کے نہایت پاکیزہ جذبات تھے لیکن کیا آپ کو یاد ہے کہ پورے ہندوستان میں کوئی اور بھی اسکے اس غم و غصہ میں شریک ہوا؟ قطعاً ایسا نہیں۔

حال ہی میں پیش آئے ہوئے لندن اور Glasgow کے واقعہ کو لے لیجئے، ایک معمولی سی بے ربط چیز کی وجہ سے ڈاکٹر حنیف کو گرفتار کر لیا گیا، اس کا جرم کیا تھا؟ اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ Glasgow کے ناکام حملہ میں جلتی ہوئی جیب میں اس کا Sim کارڈ پایا گیا جو بذات خود ایک مفروضہ تھا۔ کیونکہ درحقیقت SIM کارڈ جلتی ہوئی جیب میں نہیں بلکہ لیورپول میں کفیل کے گھر سے پولیس نے لیا تھا اور اس کا بھی انکشاف ہوا کہ آسٹریلیائی فیڈرل پولیس نے حنیف کی ڈائری میں خود سے کچھ مشکوک لوگوں کے نام، پتے وغیرہ لکھ دیئے تھے۔ بہر حال اس کارڈ کی وجہ سے آسٹریلیائی پولیس نے حنیف کو حراست میں لے لیا، اسے قید خانہ میں رکھا گیا، اس نے لاکھ اپنی مصوصیت کا ثبوت دیا مگر ایک ندی گئی، اس نے کہا کہ ”میں معتدل نظریات و خیالات کا آدمی ہوں، میرا ماننا ہے کہ خون کا ہر قطرہ انسان ہے“ گویا کہ اس نے یہ کہا کہ قتل خواہ کسی کا ہو وہ انسان کا قتل ہے اور ایک قطرہ بھی خون بہانا (خواہ کسی کا ہو) انسانیت کے قتل کے مساوی ہے۔ لیکن آسٹریلیائی پولیس نے اس پر ذرا بھی توجہ نہ دی۔

۱۲ جولائی ۲۰۲۰ء کو ہندو نے آسٹریلیا کے اخباروں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حنیف کیخلاف Case بالکل بودا اور کمزور تھا، پولیس نے اسے زبردستی قید میں ڈال رکھا تھا، اس کے ساتھ مسلمان ہونے کی وجہ سے زیادتی کی گئی، ستایا گیا اور زبردستی کیس کو طول دیا گیا، اسکے ساتھ نسلی مصیبت کا معاملہ کیا گیا، اسی وجہ سے خود آسٹریلیا کے ممتاز اخباروں نے حنیف کے خلاف حکومت کے رویہ اور کارروائی پر سخت تنقید کی ہے، آسٹریلیا کے ایک ممتاز اخبار The Sydney Morning Herald نے حنیف کے خلاف اس پورے کیس کو بودا اور کمزور بتایا اور اس نے حکومت کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ قومی سلامتی کے نام پر جھوٹا پروپیگنڈہ نہ کرے، اخبار نے مزید یہ بھی تبصرہ کیا ہے کہ شک، شک ہی کو جنم دیتا ہے اور عام لوگوں کا اس کیس کے سلسلہ میں یہ گمان ہے کہ ”دال میں کچھ کالا ہے“، یعنی لوگوں کو پورے اس واقعہ پر شبہ ہے۔

آسٹریلیائی حکومت پر دوسرا سب سے ہم التزام Double Standard دوہرے معیار کا ہے واضح رہے کہ حال ہی میں آسٹریلیا میں LTTE کے تین اہم سرگرم کارکن گرفتار کئے گئے تھے جن پر LTTE کیلئے تعاون و امداد اکٹھا کرنے کا الزام تھا، آسٹریلیائی حکومت نے انہیں ضمانت پر رہا کر دیا، جبکہ LTTE اعلیٰ درجے کی ایک زبردست دہشت گرد تنظیم ہے جو عوام اور حکومت دونوں کے خلاف دہشت پیدا کرنے کی ترکیبوں کے استعمال سے ذرا بھی نہیں ہچکچاتی، ہندوستان، بلیشیا، امریکہ، برطانیہ اور یورپی یونین میں اس پر پابندی ہے یا اسے دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا گیا ہے، ایسی دہشت گرد تنظیم کا بیشتر فنڈ آسٹریلیا سے اکٹھا ہوتا ہے، جبکہ آسٹریلیا کو ۲۰۱۰ میں United Nations Security Council رزلوشن نمبر ۱۳۷۱ کے تحت LTTE کو دہشت گرد قرار دے کر اس کے سارے اثاثہ کو منجمد کر دینا چاہئے اور اسے ملک بدر کر دینا چاہئے، ایک ایسی تنظیم کو دہشت گرد پروردہ آزادی دی جاتی ہے، اس کے افراد کو ضمانت پر رہا کر دیا جاتا ہے اور حنیف جیسے مصوم شخص کو محض مسلمان ہونے کی وجہ سے اس قدر ستایا جاتا ہے، یہ آسٹریلیا

کا نہایت خطرناک دوہرا معیار ہے۔

مسلمانوں کے خلاف یہ صرف آسٹریلیا، امریکہ، برطانیہ بلکہ دیگر مغربی ممالک سمیت ہندوستان میں زبردست دوہرا معیار پایا جاتا ہے، گجرات Pogram (مذہب کی بنیاد پر ایک بڑی تعداد کا منظم قتل) کے طزمان آج تک بری ہیں، باہری مسجد کو شہید کرنے والے آج تک آزاد ہیں، سہراب الدین کا فرضی انکوائری جس میں کئی صوبوں کے اعلیٰ عہدیدار شریک تھے، کیا ظاہر کرتا ہے؟ کشمیر میں سینکڑوں مسلمانوں کے فرضی انکوائری کس بات پر دلالت کرتے ہیں؟ یہ سب دوہرا معیار نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ سب تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ بیساختہ شاعر کا یہ شعر یاد آتا ہے جو حالات کی کسی قدر ترجمانی کر رہا ہے۔

محبت کی دنیا پہ شام آچکی ہے
سہ پوش ہیں زندگی کی فنائیں
تغافل کے آغوش میں سو رہے ہیں
تمہارے ستم اور میری وفائیں

۱۶ فروری ۲۰۰۲ء ہندوستان ٹائمز میں ایک مضمون نگار نے لکھا کہ ۱۹۹۳ء کے ممبئی سیریل بم بلاسٹ، ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو باہری مسجد کی شہادت نیز دسمبر ۱۹۹۲ء اور جنوری ۱۹۹۳ء کے ممبئی فسادات کا رد عمل تصور کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں جسٹس کرشنا کمیشن کی بھی رائے ہے، سری کرشنا کمیشن اور حقوق انسانی کی تنظیموں نے جن افسران اور پولیس والوں کے خلاف کارروائی کی سفارش کی وہ سب آج تک آزاد ہیں، اگر ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ملک کی سیکولر روح کو زبردست نقصان پہنچا تو ۸ دسمبر ۱۹۹۲ء سے ۲۰ جنوری ۱۹۹۳ء کے درمیان ہونے والے فساد نے ممبئی کو بری طرح ڈھکی کر کے خوف زدہ کر دیا، بلوائی جماعت در جماعت گلیوں اور ضلعی سڑکوں پر بڑی خاموشی کے ساتھ حملہ کر کے ایسا فساد مچانے تھے جو Nazi جرمنی کی یاد دلاتا تھا اور ممبئی پولیس نے قتل، آتش زنی، لوٹ مار اور عورتوں کے تقدس کو ختم کرنے میں بلوائیوں کا بھرپور تعاون کیا، ان سب سے بڑھ کر شرمناک بات یہ ہوئی کہ سیاسی قیادت نہایت خاموشی سے ممبئی کے جلنے کا نظارہ کرتی رہی۔

یہ سب حقائق کیا ظاہر کرتے ہیں؟ یہ دوہرا معیار نہیں تو کیا ہے؟ واضح رہے کہ ممبئی بم بلاسٹ میں کل ۲۵۷ لوگ مرے تھے، جبکہ ۹۲-۹۳ کے ممبئی فسادات میں ۹۰۰ لوگ مرے تھے، ایک طرف قتل، لوٹ مار اور عصمت دری جیسے سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے والے آزاد ہیں تو دوسری طرف ۹۳ بم بلاسٹ کیس میں TADA عدالت ان حمال کو بھی سزا دے رہی ہے جنہوں نے ناوانستہ کسی ایسے پارسل کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جس میں کچھ فلاحی مواد تھا، یا معصوم عورتوں کو سزا دی جا رہی ہے جنہیں اس نیٹ ورک کا قلعہ کوئی علم نہیں تھا، کیا یہی سیکولر ازم کا انصاف ہے؟ اس

سے بھی بڑھ کر انصاف کی توہین اور کیا ہوگی کہ وہ تمام ملزمین جنہیں TADA عدالت عمر قید کی سزا سنارہی ہے انہیں فیصلہ کی نقل نہیں دی جارہی ہے جبکہ فیصلہ کی نقل حاصل کرنا ملزم کا قانونی حق ہوتا ہے تاکہ وہ کسی دوسری عدالت میں Petition دائر کر سکے (اگر ایسا چاہے) لیکن اب تک کئی مہینے گزرنے کے بعد بھی کسی ملزم کو فیصلہ کی نقل نہیں دی گئی ہے، کیا یہ انصاف اور حقوق کی پامالی نہیں ہے؟

ہندوستانی جمہوریت اور سیکولر ازم کی شاندار عمارت کی بنیاد اس بات پر تھی کہ سب کے ساتھ انصاف کا معاملہ ہو اور کسی کے ساتھ نا انصافی نہ ہو، ۹۳ میل بلاسٹ کے مجرمین کو اگر سزائتی ہے تو ممبئی، گجرات، میرٹھ، ملیانہ، کے فساد کے ملزمان کو بھی سخت سزائتی چاہئے، بابری مسجد کو شہید کرنے والوں کو بھی سخت سزائتی چاہئے، ملک کی فضا کو نفرت اور تعصب کے زہر سے مسموم کرنے والے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں انہیں سزائتی چاہئے، مگر افسوس ہے کہ اس وقت اپنے محبوب وطن کے انصاف وغیرہ جانبداری کی عمارت متزلزل نظر آتی ہے۔

وقت آ گیا ہے کہ عوام تحقیق کر نیا لے اداروں سے بھی شفافیت وغیرہ جانبداری کا مطالبہ کریں اور جمہوریت نیز سیکولر ازم کی بنیادوں کو ایک بار پھر سے مضبوط کرنے کی کوشش کریں تاکہ نیگور کا ہندوستان کو جنت نشان دیکھنے کا خواب جو کہ چکنا چور ہو چکا ہے، شرمندہ تعبیر ہو سکے، ہندوستان میں پھر سے امن و شانتی کی ایسی ہوائیں چلیں جو نفرت و جانبداری، تعصب اور تنگ نظری کی دیوید کل دیواروں کو منہدم کر کے ملک کی فضا کو محبت، امن و شانتی و ہم آہنگی سے معمور کر دیں، علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے اشعار ہم سب کے پاکیزہ جذبات کی شاید ترجمانی کر سکیں۔

آ غیریت کے پردے اک بار پھر ہٹا دیں
چھڑوں کو پھر ملا دیں نقش دوئی مٹا دیں
ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ ٹٹھے ٹٹھے
سارے پجاریوں کو ے پیت کی پلا دیں
حق بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے واسیوں کی کتی پریت میں ہے

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔